شمع روشن ہو، وہاں وہم و گمان اور خود فریبی کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اور صرف تب ہی حقیقت شناسی یا معرفت الٰہی ممکن ہو سکتی ہے۔

نازک موقعوں پر اور بالخصوص دنیا کی موجودہ نازک حالت میں صحت اور سلامتی کے ساتھ بچنے کی تدبیر تب ہی نکل سکتی ہے۔ جب انسان باطنی سالمیت و تکمیل حاصل کریں۔ لہذا جو والدین اور استاد تعلیم سے واقعی دل چسپی رکھتے ہیں۔ ان کے سامنے اہم مسئلہ یہ ہے کہ مکمل شخصیت کے انسان کیسے تیار کئے جائیں؟ ظاہر ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لیے خود معلّم کو ایسی مکمل شخصیت پہلے حاصل کرنی ہو گی۔ پس صحیح قسم کی تعلیم صرف نوجوانوں کے لیے نہیں، بلکہ معمّر لوگوں کے لیے بھی نہایت ضروری ہے۔ بشرطیکہ وہ سیکھنے کے لیے خواہش مند ہوں، اور ان کی عادات پختہ اور منجمد نہ ہو گئی ہوں۔ چنانچہ بجائے پُرانے رسمی سوال کے کہ بچہ کو کیا سکھانا چاہیے، زیادہ مقدم یہ ہے کہ ہم خود کیا ہیں؟ اس کو جانیں۔ اگر ہم کو اپنے بچوں سے انس و محبت ہے تو ہمیں خاص طور پر اس امر کا لحاظ رکھنا ہے کہ ان کے لیے صحیح قسم کے معلم ہوں۔ تعلیم کسی تخصیص رکھنے والے ماہر کا پیشہ نہیں بن جانا چاہیے۔ جہاں ایسا ہو، جیسا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے، وہاں محبت ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ تکمیل شخصیت پیدا کرنے کے لیے اُنس و محبت لازمی ہے۔ ایسی باطنی تکمیل اسی وقت ممکن ہے جب خوف غالب نہ ہو۔ ”بے خوفی“

سے جو آزادی حاصل ہوتی ہے، اس میں نہ تو سرد مہری پیدا ہوتی ہے نہ دوسروں کے لیے حقارت و تنفر، اور یہی بات زندگی کے لیے اہمیت رکھتی ہے۔ بغیر محبت کے ہم طرح طرح کے متضاد مسائل کو حل نہیں کر سکتے۔ محبت کے بغیر محض حصولِ علم، انتشار میں اضافہ کرتا ہے اور تباہی کا باعث ہو جاتا ہے۔

مکمل شخصیت رکھنے والا انسان تجربہ کی مدد سے کوئی نہ کوئی طریق کار نکال لیتا ہے، کیونکہ اندرونی طبع زاد تخلیقی تحریک سے خود بخود نئی اصطلاح وجود میں آجاتی ہے۔ اور یہی سب سے بڑا فن و ہنر ہے۔ جب بچہ تصویر کھینچنے کا فطری تقاضا محسوس کرتا ہے تو وہ تصویر بنانا شروع کر دیتا ہے اور مصوّری کی اصلاح کی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی طرح صحیح قسم کے استاد وہی کہے جا سکتے ہیں جو خود اپنے تجربوں کا احساس کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ تعلیم دیتے جاتے ہیں۔ ایسے اساتذہ تعلیم دینے کی خود اپنی اصطلاحیں نکال لیں گے۔ یوں تو بظاہر یہ ایک بہت معمولی سی بات ہوتی ہے، مگر دراصل اس سے بہت بڑا انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اس مسئلے پر پورا غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ سوسائٹی پر اس کا کیا عجیب و غریب اثر پڑے گا۔ صورتِ حال یہ ہے کہ پینتالیس یا پچاس سال کی عمر تک ضابطوں کی غلامی اور پابندی کرتے کرتے ہمارا رنگ و روغن پھیکا پڑ جاتا ہے۔ ہر وقت زمانہ کے ساتھ مطابقت کر کے اور ہراساں